چند جدید فقہی مسائل

جوابات: محمد عبدالحکیم شرف قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلي و نسلم علىٰ رسوله الكريم و علىٰ آله و اصحابه اجمعين.

جوابات سے پہلے تمہیداً یہ ذہن میں رہے کہ اللہ کا فرمان ہے کہ:

جو کچھ رسول تمہیں دیں لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ (الحشر: ۵۹/۷)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا وہ حلال ہے اور جو حرام فرمایا وہ حرام ہے اور "مَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ" اور جس چیز سے سکوت (خاموشی) فرمایا ہے وہ معاف ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، عربی ص ۳۶۲)

آپ کا پہلا سوال یہ ہے کہ سنت طریقہ کیا ہے؟ ناک سے سانس لیا جائے یا منہ سے؟ جہاں تک راقم کا مطالعہ ہے اس بارے میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم نہیں مل سکا کہ سانس منہ سے لیا جائے یا ناک سے۔

مجھ سے سوال کیا گیا کہ بیالوجی/علم حیاتیات نے بتایا ہے کہ سانس ناک کے ذریعے لینا چاہئے اور منہ کے ذریعے چھوڑنا چاہئے کیا یہ اصول سنت کے عین مطابق ہے؟

جواب: جب اس بارے میں واضح حکم معلوم نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ منہ سے سانس لیں یا ناک سے دونوں طرح اجازت ہے اور علم حیاتیات کا بیان کردہ فارمولہ سنت کے مخالف نہیں ہے۔

البتہ حدیث شریف کے اشارات سے ناک کے ذریعے یا منہ کے ذریعے سانس لینے کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۔ حضرت صفوان بن یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقام جعرانہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت زیارت کی جب آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی، ان کا بیان ہے کہ وَهُوَ يَغِطُّ آپ خراٹے لے رہے تھے (جیسے سویا ہوا آدمی لیتا ہے) ظاہر ہے کہ سویا ہوا آدمی ناک ہی سے سانس لیتا ہے بشرطیکہ ناک بند نہ ہو۔ (بخاری شریف عربی، ج۱، ص ۲۰۸)

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے ایک شخص نیند سے بیدار ہو پھر وضو کرے تو اسے چاہئے کہ تین مرتبہ پانی ناک میں چڑھا کر واپس گرائے۔

فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَبِیْتُ عَلٰی خَیْشُوْمِہٖ

اس لئے کہ شیطان اس کے نتھنے پر رات گزارتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف عربی، ص ۴۵)

ظاہر ہے ناک کے ذریعے سانس لینے سے فضا میں اڑنے والے ذرات نتھنے میں جم جائیں گے اور ایسی میلی کچیلی جگہیں ہی شیطان کی پسندیدہ ہیں۔ لہٰذا شریعت اسلامیہ نے ناک میں پانی چڑھانا غسل میں فرض اور وضو میں سنت قرار دیا۔

لیکن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے: فَنَامَ حَتّٰی نَفَخَ

آپ سو گئے حتی کہ منہ کی جانب سے سانس لیا۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۱۰۶)

نَفَخَ کا معنی پھونک مارنے کے ہیں اور پھونک منہ ہی سے ماری جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ از روئے سنت کوئی پابندی نہیں، لیکن علم حیاتیات والوں کی ہدایت پر عمل کیا جائے تو بھی مضائقہ نہیں ہے۔

اب رہا سوال کہ کس فضا میں سانس لینا چاہئے، کس آب و ہوا سے اجتناب کرنا چاہئے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ فضا ایسی نہیں ہونی چاہئے جہاں بیماروں کی رہائش ہو، بخاری شریف میں حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یُوْرَدُ الْمُمْرِضُ عَلَی الْمُصِحِّ (بخاری شریف، ص ۸۵۹)

کسی بیمار کو کسی تندرست پر وارد نہ کیا جائے۔

یعنی جس کمرے میں تندرست رہتا ہو وہاں بیمار کو لے جا کر نہ ٹھہرایا جائے، تاکہ فضا آلودہ نہ ہو جائے، صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ قبیلہ ثقیف کے وفد میں ایک جذامی (کوڑھی) تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ تو واپس جا ہم نے تجھے بیعت کر لیا ہے۔ (اِرْجِعْ فَقَدْ بَایَعْنَاکَ) یہ بھی حدیث میں ہے کہ جب تم سنو کہ کسی علاقے میں طاعون ہے تو وہاں داخل نہ ہو۔ (بخاری شریف، ص ۸۵۳)

نیز فضا متعفن اور بدبودار نہیں ہونی چاہئے، اسلام میں وضو، مسواک اور ناک میں پانی

چڑھانے کی اہمیت روز روشن کی طرح واضح ہے، اس طرح انسان کا منہ خوراک کے ذرات سے پاک صاف ہو جاتا ہے، بلکہ ان کے اجتماع سے جو منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے وہ بھی دور ہو جاتی ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں ہمیں پسند ہیں، ان میں سے ایک خوشبو ہے (دیکھئے فیض القدیر شرح جامع صغیر از امام عبدالرؤف مناوی، ج ۲/ ۲۷۰)

آپ کا جسد اقدس اور پسینہ قدرتی طور پر خوشبودار تھا، اس کے باوجود خوشبو کا استعمال پسند فرماتے تا کہ ماحول معطر ہو۔

علاوہ ازیں باغ کی کھلی فضا کو پسند فرماتے۔ (مشکوۃ شریف، ص ۱۵، نیز ص ۵۶۳، بخاری شریف، ص ۵۱۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ آپ سے ناپسندیدہ بو محسوس کی جائے۔ (بخاری شریف کتاب الحیل)

پیاز اور لہسن کھا کر مسجد کے قریب آنے سے منع فرمایا۔ (مشکوۃ شریف، ۶۹)

صحابہ کرام خود محنت مشقت کیا کرتے تھے، ان ہی کپڑوں میں جمعہ پڑھنے کے لئے آ جاتے، جب مسجد میں اکٹھے ہوتے تو انہیں پسینہ آتا اور ان سے مختلف بوئیں اٹھتیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کتنا اچھا ہوتا کہ تم اس دن کے لئے غسل کر لیتے۔ (بخاری شریف، ج ۱، ص ۱۲۳)

بلکہ خوشبو لگانے کی بھی ترغیب دی۔ (بخاری شریف، ج ۱، ص ۱۲۱)

ان احادیث سے صاف پتا چلتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماحول کو تعفن سے بچانے کا اہتمام کیا ہے اور درس دیا ہے کہ ماحول کو خوشگوار اور معطر بناؤ۔ دوسری طرف

♦ جو لوگ ناک بند ہونے کی وجہ سے صرف منہ سے سانس لیتے ہیں، ان کی صحت اور دوسرے لوگوں کی صحت میں کیا فرق ہے؟

ایک تو یہی فرق ہے کہ اس کی ناک بند ہے۔ یہ کوئی صحت مندی کی علامت تو نہیں ہے۔

س: تکیہ کیسا ہونا چاہئے کہ سانس میں رکاوٹ نہ ہو۔

ج: درمیانہ ہونا چاہئے نہ بہت موٹا کہ گردن ہی ٹیڑھی ہو جائے اور نہ ہی بہت باریک کہ محسوس ہی نہ ہو۔ خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا بہترین چیز وہ ہے جو درمیانے درجے کی ہو۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

ج: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے ایک شخص کو جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ لے۔ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ (مشکوٰۃ شریف، ص ۴۰۶) کیونکہ شیطان داخل ہو جاتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھینک آتی تو اپنے ہاتھ یا کپڑے سے چہرے کو ڈھانپ لیتے اور آواز کو پست فرماتے۔ (یعنی بلند آواز سے چھینک نہیں لیتے تھے) (مشکوٰۃ شریف، ص ۴۰۶) !

س: تھوکنے کا تعلق بھی منہ اور سانس سے ہے کس طرح تھوکنا چاہئے اور کس طرف تھوکنا چاہئے؟

ج: ایک تو مسجد میں نہیں تھوکنا چاہئے، حدیث شریف میں ہے:

اَلْبُزَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِیْئَۃٌ وَ کَفَّارَتُھَا دَفْنُھَا (مشکوٰۃ شریف، ص ۶۹)

مسجد میں تھوکنا خطا ہے اور اسکا کفارہ یہ ہے کہ اسے دفن کر دیا جائے۔ (یا صاف کر دیا جائے)

دوسری بات یہ ہے کہ قبلہ رخ نہ تھوکے اور نہ ہی دائیں جانب تھوکے، حدیث شریف میں ہے: جب تم میں سے ایک شخص نماز کی طرف کھڑا ہو تو: فَلَا یَبْصُقْ اَمَامَہٗ فَاِنَّمَا یُنَاجِی اللّٰہَ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاہُ وَلَا عَنْ یَمِیْنِہٖ (مشکوٰۃ شریف، ص ۶۹)

تو سامنے کی طرف سے نہ تھوکے، کیونکہ وہ جب تک جائے نماز میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے، اسی طرح دائیں جانب بھی نہ تھوکے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے کچھ حضرات کی امامت کی اور قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوک دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے تھے، آپ نے ان کے ساتھیوں کو فرمایا کہ (آئندہ) یہ تمہیں نماز نہ پڑھائیں، اس کے بعد انہوں نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو ان کے ساتھیوں نے انہیں منع کر دیا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی اطلاع دی، انہوں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ راوی (حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ آپ نے فرمایا:

اِنَّکَ قَدْ اٰذَیْتَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ (مشکوٰۃ شریف، ص ۷۱)

بے شک تو نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی ہے۔

اسی کو بنیاد بنا کر عرف عام میں اس بات کو قبیح اور مخاطب کی بے عزتی قرار دیا جاتا ہے کہ کسی سے بات چیت کرتے ہوئے اس کی طرف منہ کر کے تھوک دیا جائے اور ڈاکٹر تو جگہ جگہ تھوکنے سے منع کرتے ہیں کیونکہ اس طرح جراثیم پھیلتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں : فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

فقہی مسائل

عورتوں کا جماعت میں شریک ہونا

علامہ محمد امیر شاہ گیلانی

عورتوں کی جماعات میں حاضری اور شرکت ممنوع ہے کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے کہ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ ''اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو'' یعنی پابندی کے ساتھ گھروں میں رہو اور حضورﷺ کا فرمان ہے صَلٰوتُھَا فِیْ قَعرِ بَیْتِھَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِھَا فِیْ صِحْنِ دَارِھَا. ''عورت کی نماز گھر کے کمرے میں بہتر ہے اس نماز سے جو وہ اپنے گھر کے صحن میں پڑھتی اور اس کی نماز گھر کے صحن میں اس نماز سے بہتر ہے جو وہ اپنی مسجد میں پڑھتی ہے'' اور ان کے گھر ان کے لئے خیر و برکت کے موجب ہیں یہ اس لئے کہ عورتوں کے گھروں سے باہر نکلنے میں فتنہ وفساد سے حفاظت کا ہونا ممکن نہیں ہوسکتا چونکہ عورتوں کی جماعت میں عدم حضوری کا حکم عام ہے لہٰذا اس حکم میں ہر عمر کی عورتیں آ گئیں۔ خواہ جوان ہوں یا کہ عمر رسیدہ اور خواہ نمازیں دن کی ہوں یا کہ رات والی۔ مصنف نے کافی میں عورتوں کی تمام نمازوں میں شرکت کو مکروہ تحریمی بوجہ فتنہ وفساد کے ظہور کے کہا ہے جب مسجدوں میں نماز کے لئے عورتوں کی حاضری ممنوع اور مکروہ ٹھہری تو مجالس و وعظ، میں تو ان کی حاضری اور شرکت بطریق اولیٰ مکروہ اور ممنوع ہوگی خاص کر ایسی مجالس میں جن کے سرپرست اور بانی سراسر جاہل اور بے دین لوگ ہوتے ہیں، جو بزرگوں اور علماء کے لباس میں ذاتی منفعت اور شہرت کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ (ذکرہ فخر الاسلام انتھی) کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ درمختار اور فتاویٰ فتح القدیر میں ہے یعنی مکروہ اور ممنوع ہے عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا اگرچہ جمعہ، عیدین اور وعظ میں ہو اگرچہ بوڑھی عورت ہو یا کہ جوان رات کے وقت ہو یا کہ دن میں اور یہ ممانعت اس لئے ہے کہ زمانہ خراب ہے اور ہم پرفتن دور سے گزر رہے ہیں۔ (یہی مفتی بہ مذہب ہے) اس سلسلے میں علامہ طحطاوی باب الامامۃ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے وقت عورتیں جماعت میں حاضر ہوتی تھیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روک دیا تو عورتوں نے ان کی شکایت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی انہوں نے فرمایا اگر آنحضرت یہ حال دیکھتے جو آج حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا ہے تو تم کو مسجدوں میں جانے کی اجازت کبھی نہ دیتے (انتھی)۔ اس سے متاخرین علماء امت نے فتویٰ دیا کہ عورتوں کا جماعتوں میں نکلنا کراہت تحریمی اور منع ہے۔